الزخرف: (۴۵) واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن الھۃً یعبدون۔

(۸۱) قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اوّل العابدین۔

الحمد: (۲) الرحمٰن الرحیم

البقرۃ: (۱۶۳) لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم

سورۃ یٰس: (۱۰) ..... وخشی الرحمٰن بالغیب

(۱۵) .... وما انزل الرحمٰن من شیٔ

(۲۳) ..... ان یردن الرحمٰن بضرٍّ

سورۃ الشعراء: (۵) وما یاتیھم من ذکرٍ من الرحمٰن محدثٍ الا کانوا عنہ معرضین۔

سورۃ الرعد: (۳۰) وھم یکفرون بالرحمٰن ط قل ھو ربی لا الٰہ الا ھو ط

سورۃ الفرقان: (۲۶) الملکُ یومئذٍ الحقُّ للرحمٰن ط

(۵۹) .... علی العرش الرحمٰنُ فسئل بہ خبیرا۔

(۶۰) واذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰنُ انسجد لما تامرنا وزادھم نفورا۔

(۶۳) وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھوناً واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔

اسی لئے یہ قول متفق علیہ ہے کہ الرحمٰن اسمٌ ممنوع ان یُسمّی بہ احدٌ والاجماع علی ذلک۔ اور السجستانی کا قول ہے کہ الرحمٰن ذوالرحمۃ لا یوصف بہ الا اللہ عزّوجلّ۔ ابن عباس کا بھی یہی قول ہے کہ "الرحمٰن اسم اللہ خاصۃً لا یقال لغیر اللہ رحمٰن"

(ح الفیہ و لغت المخصص طبع حیدرآباد)

مولانا سید سلیمان ندوی ارض القرآن۔ جلد اول۔ ص ۳۱۴ پر لکھتے ہیں:

"یمن کے ایک کتبے کا ٹکڑا عثمانی دار الآثار قسطنطنیہ میں ہے جو "رحمان اور کرستوس غلبان" کے نام پر ختم ہوتا ہے۔ رحمان نصارائے عرب میں خدا کا نام تھا۔ کرستوس یعنی کرائسٹ، غلبان: فاتح و غالب"

اسی طرح سد ارم کے عیسائی کتبہ کا آغاز بنعمۃ الرحمان الرحیم سے ہوتا ہے (انسائیکلو پیڈیا برطانیہ مضمون سبا)

صاحب تفسیر طبری کا قول ہے کہ "یہ غلط ہے کہ لوگ رحمان کو نہیں جانتے تھے" ہمارا ابھی یہی خیال ہے کہ نصرانی شعرا اور نصاریٰ کی یمن میں حکومت کی وجہ سے جاہل عرب ضرور جانتے تھے کہ نصرانی رحمان پرست ہیں۔ پھر عام الفیل میں یہی رحمان پرست مکہ پر حملہ کر چکے تھے۔ اور قریش ان رحمان پرستوں سے سخت نفرت کرنے لگے تھے۔ حتیٰ کہ جب مسلمان ہجرت حبشہ (۵ نبوی) کر گئے۔ تو قرآن نے ان نصاریٰ سے جو تخاطب کیا وہ اسی لفظ "رحمان" کے ذریعے سے کیا ہے جسے وہ جانتے تھے۔ اور قریش نے غالباً حبشیوں سے نفرت کی وجہ سے ان کے خدا (رحمان) کو اپنا خدا (اللہ) ماننے سے انکار کر دیا۔

اس کے علاوہ سورۂ مریم پر نظر ڈالئے، جس کا روئے سخن نصاریٰ کی طرف ہے۔ خصوصاً نصارائے حبشہ، جہاں ۵ نبوی سے ۸ نبوی تک ۸۳ مرد مومن اور ۱۱ عورتیں مومنہ ہجرت کر گئی تھیں۔ ۱۶ سورہ میں نصاریٰ اور حضرت مسیح کی رعایت سے وہی لفظ اللہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو وہ نصاریٰ بالعموم استعمال کرتے تھے۔

یہاں اس سے بحث نہیں کہ "رحمان" رحم سے مشتق ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے یا نہیں بحث یہ ہے کہ اسے علم مانا جائے اور جس طرح اللہ کا ترجمہ فارسی میں "خدا" یا "یزدان" کے لفظ سے ہوتا ہے۔ یا ہندی میں "پرماتما"، انگریزی میں "گاڈ" سنسکرت میں "برہما" ہوتا ہے۔ اس لفظ کا ترجمہ نہ کیا جائے بلکہ یا تو اللہ کہا جائے یا رحمان ہی کا لفظ رکھا جائے اور قوسین میں بتا دیا جائے کہ یہ لفظ نصاریٰ وغیرہ اللہ کے لئے استعمال کرتے تھے۔ مثلاً بسم اللہ کا ترجمہ یہ ہوگا۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کا ایک نام رحمان ہے اور جو بڑا رحم کرنے والا ہے۔

ابن الحنفیہؓ

از:-

(جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب استاذ ادبیات عربی. دہلی یونیورسٹی)

یہ اُن بزرگوں میں ہیں جو امن و عافیت کے شیدائی تھے۔ علیؓ کے صاحبزادے ہونے کے باوجود انھوں نے کبھی اپنے خاندان کے اقتدار کی خواہش کو عام مسلمانوں کے مفاد اور اجتماعی سالمیت سے آگے نہ رکھا۔ انھوں نے اپنے اقتدار کی خاطر کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ جنگ کے شدید دشمن تھے، جنگ جس سے ہزاروں جانیں برباد ہوتی ہیں، ہزاروں بے گناہ خاندان تباہ ہوتے ہیں اور ہزاروں پیاروں کے دل ٹوٹتے ہیں، اس سنگین حقیقت کے گہرے ادراک کے ساتھ وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ اکثر جنگ سے مسائل سلجھنے کی بجائے اور زیادہ الجھ جاتے ہیں، میدانِ جنگ میں ایک نئی جنگ کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔

ان کی صلح جوئی اور عافیت پسندی محض طبعی نہ تھی، خارجی حالات کو ان کی ذہنی سانچے بنانے میں بڑا دخل تھا۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کے جھگڑے دیکھے تھے، ان کی لڑائیوں میں ایک مامور اور ماتحت کی طرح شریک ہوئے تھے اور جنگ کی تباہ کاریوں کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ ان لڑائیوں سے وہ مسئلے حل نہیں ہوئے جن کے لئے تلواریں اور قلم چلے تھے اور خون کی نہریں بہی تھیں، نئے نئے مسئلے اور الجھنیں پیدا ہو گئیں اور اجتماعی زندگی امن پسند ہونے کے بجائے جنگ پسند ہو گئی، دماغ صلح کے راستہ پر چلنے کے بجائے فتنہ اور فساد کے راستہ پر چلنے لگے، دن اجتماعی بھلائی کی جگہ اپنی ذاتی یا اپنے خاندان کی یا اپنے گروہ کی چھوٹی بھلائی اور بہبودی کی آرزو کرنے لگے، اسلامی زندگی کا قافلہ ایک شاہراہ چھوڑ کر گلیوں اور پگڈنڈیوں میں بھٹک گیا۔

اُن کا نام محمد تھا، ابن الحنفیہ کہلانے کا سبب یہ ہے کہ اُن کی ماں ایک سندھی کنیز تھیں جن کا

مالک بنو حنیفہ کے بڑے شہر یمامہ کا باشندہ تھا۔ ۱۲ھ میں جب خالد بن ولیدؓ نے مسیلمہ کا قصہ پاک کر کے یمامہ فتح کیا تو یہ خاتون مال غنیمت میں مدینہ لائی گئیں اور حضرت علیؓ کے حصہ میں آئیں۔ (طبقات ابن سعد لیدن ۶۶/۵)

ابن الحنفیہ غالباً ۱۶ھ میں پیدا ہوئے جب عمر فاروقؓ خلیفہ تھے، عثمان غنیؓ کی خلافت کے نصف آخر میں جب ان کی مخالفت شروع ہوئی تو یہ با شعور ہو چکے تھے۔ مدینہ کے صحابہ نے اس مخالفت میں جو حصہ لیا اس سے اور اس کے اسباب سے خوب واقف تھے، کوفہ اور مصر میں عثمان غنیؓ پر لعن طعن کی جو آندھی چلی اور ان کے گورنروں کے خلاف جو شورش ہوئی اس سے بھی باخبر تھے، پھر ۳۵ھ میں عثمان غنیؓ کا محاصرہ ان کے سامنے ہوا اور عثمان غنیؓ کے قتل کا ڈرامہ بھی ان کی حیران آنکھوں نے دیکھا۔ ۳۶ھ میں حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو ابن الحنفیہؒ ان کے ساتھ بصرہ آئے، وہاں جنگ جمل کے لئے مسلمان صف آرا ہوئے تو یہ حضرت علیؓ کے علم بردار تھے۔ اس وقت ان کی عمر بیس اکیس سے زیادہ نہ تھی، لیکن فکر و نظر میں پختہ ہو چلے تھے، شذرات الذہب کے مصنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے ان سے اپنا جھنڈا اٹھانے کو کہا تو یہ کسمساتے ہوئے بولے: "یہ اندھی مصیبت ہے"! حضرت علیؓ نے ڈانٹا: تجھے موت آئے، تیرا باپ قائد ہے پھر بھی یہ مصیبت اندھی ہے"! (شذرات ۸۹/۱) جو لوگ ایک ساتھ پلے بڑھے تھے، ایک ساتھ اُٹھے بیٹھے تھے، جو ایک اسلام کے حلقہ بگوش تھے، جو ایک کلمہ پڑھتے تھے، وہ ایک دوسرے کے خلاف دشمنوں کی طرح صف آرا ہوئے اور تلوار، بلم اور تیروں سے ایک دوسرے کو مارا اور گھائل کیا۔ یہ نقشہ بھی انھوں نے دیکھا۔ جنگ جمل جب ختم ہوئی تو بیس ہزار لاشیں ان کے سامنے تھیں اور میدان کارزار سے دور ہزاروں خاندانوں کے چراغ بجھ چکے تھے۔ اگلے سال ۳۷ھ میں فرات کے کنارے صفین میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کا مقابلہ ہوا، دو لاکھ کے لگ بھگ مسلمان جمع تھے، بدر کے مشہور صحابی موجود تھے، قریش کے بہترین دماغ حاضر تھے، صفین کی قتل گاہ میں بھی ابن الحنفیہ حضرت علیؓ کے علم بردار تھے" جس کو "مصیبت عیار" سمجھتے تھے اس ڈرامہ کے آخری سین کئی ماہ تک صفین کے میدان میں دیکھے، جنگ اپنی شدت اور تندی میں بے مثال تھی، دو لاکھ موحد اور مسلم بھائی

ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے، قریش کے اکثر خاندانی اور شریف لوگ ختم ہو گئے، عرب شجاعت کا صفایا ہو گیا، ایک لاکھ مسلمان کٹ گئے، معاویہؓ کے لشکر سے یہ آوازیں ابن الحنفیہ کے کانوں میں گونجیں "مسلمانوں خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، عورتوں کا کون نگہبان ہوگا، بچوں کی کون پرورش کرے گا، رومیوں سے کون مقابلہ کرے گا، دَیلم اور تُرکوں سے کون لڑے گا" تحکیم کی دستاویز ابن الحنفیہ کے سامنے لکھی گئی، خوارج کو جنم لیتے بھی اُن کی آنکھوں نے دیکھا۔ خوارج جو حضرت علیؓ کی فوج کے رکن رکین تھے، بڑے قرآن خواں اور نماز گذار تھے، جن میں کثرت اور شدتِ ریاضت نے مذہبی انانیت پیدا کردی تھی، اور فکری اعتدال بگاڑ دیا تھا، اُن کی آنے والی غارت گری اور فسادفی الارض کے واقعات کا ابن الحنفیہ نے گہرا مطالعہ کیا تھا۔ تحکیم کی دستاویز پر جب دستخط ہو گئے تو یہ حضرت علیؓ کے ساتھ کوفہ آ گئے اور ۳۷ھ سے ۴۰ھ تک جب حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا یہ ان کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے یہ ڈھائی تین برس جس پریشانی، ناکامی اور ذہنی اذیت میں گذرے ابن الحنفیہ اس میں برابر کے شریک رہے۔ حضرت علیؓ کی دھواں دھار تقریروں، جہاد کی ترغیبوں اور دوسری طرف عمائدینِ فوج کی بے اتفاقی، جنگ سے بردلی، اور پھر حضرت علیؓ کی افسردگی، ناراضگی اور چڑچڑے پن نے ان کے دل و دماغ پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ خود تو زبان کھول نہ سکتے تھے، پر مقربینِ خلافت سے کہتے کہ والد ماجد سے کہیں کہ لڑائی کی باتیں ختم کریں، اہلِ کوفہ سے امید اٹھالیں، اور باقی زندگی امن وعافیت کی فضا میں گذاریں"۔ (طبقات ابن سعد ۵/۶۷-۶۸)

حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے، وہ اعیانِ شہر جنھوں نے صفین کے بعد حضرت علیؓ سے ترک موالات کی تھی، ایک وقتی فریبِ آرزو میں آکر حضرت حسنؓ کے لئے جان دینے کو تیار ہوگئے، اور ان کو مجبور کیا کہ امیر معاویہؓ سے لڑنے نکلیں، حضرت حسنؓ دباؤ میں آکر نکلے، پر ان کا دل جنگ وقتال سے نافر تھا، اس نفرت کا سبب ان کے پچھلے تجربات تھے، تاریخ سے تو نہیں معلوم لیکن قرینہ اس بات کا پورا ہے کہ ابن الحنفیہ نے ان کو جنگ سے بچنے کی تلقین کی ہو گی اور امیر معاویہؓ سے صلح کر لینے کا مشورہ دیا ہوگا۔ ان کے دوسرے بھائی حسینؓ جنگ وقتال کے بڑے مؤید تھے، اور امیر معاویہؓ سے سمجھوتہ

اپنے اور اپنے خاندان کے لئے باعثِ ننگ سمجھتے تھے۔ لیکن ابن الحنفیہ اور خود حضرت حسنؓ کی رائے میں اپنا یا اپنے خاندان کی شان کا سوال اتنا اہم نہ تھا جتنا ہزاروں مسلمانوں کی زندگی اور موت کا، ان کے اتحاد اور اجتماعی سالمیت کا۔ حضرت حسنؓ نے صلح کی بات چیت شروع کی تو ان کی فوج کے ایک بیمار ذہن طبقے نے بغاوت کر دی، سرکاری خزانہ لوٹ لیا اور خود خلیفہ پر حملہ کر دیا، حضرت حسنؓ نے بمشکل جان بچائی ۔ ۴۱ھ میں حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی۔ اس کے بعد ابن الحنفیہ اپنے دونوں بڑے بھائیوں (حسنؓ اور حسینؓ) اور خاندان و موالی کے ساتھ عراق سے مدینہ آ گئے۔

مدینہ آ کر ابن الحنفیہ کی زندگی میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ اب تک وہ مامور اور ماتحت رہے تھے، پہلے والد ماجد کے پھر بڑے بھائی حسنؓ کے۔ اب وہ آزاد تھے اور اپنی رائے، اور تجربہ کے مطابق عمل کی راہ ان کے سامنے کھل گئی تھی۔ اجتماعی اور سیاسی معاملات میں اپنے اجتہاد اور صوابدید سے کام لینے میں انھیں کوئی روکنے والا نہ تھا، صفحات ذیل میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ انھوں نے اپنے اجتہاد کو کس طرح استعمال کیا، اجتماعی و شخصی معاملات میں کیا روش اختیار کی، اور خلافت کے حریفوں کے ساتھ اُن کا طرزِ عمل کیا تھا۔ آسانی کے لئے اس بحث کو ذیل کے عنوانوں میں بانٹ دیا گیا ہے:۔

(۱) ابن الحنفیہ کے امیر معاویہؓ سے تعلقات (۲) یزید سے تعلقات (۳) مختار بن اُبی عُبید سے تعلقات (۴) ابن زبیرؓ سے تعلقات (۵) عبد الملک سے تعلقات (۶) شخصی زندگی۔

ابنُ الحنفیہؒ کے امیر معاویہؓ سے تعلقات

موت سے آٹھ دس سال پہلے امیر معاویہؓ نے یزید کی خلافت کے لئے مہم شروع کر دی تھی، اس کا سبب خود ان کے الفاظ میں یہ تھا کہ "میں محمدؐ کے گلہ کو بے نگہبان نہیں چھوڑ سکتا"۔ اس وقت خلافت کے لئے کئی امیدوار تھے: حضرت حسینؓ، ابن زبیرؓ، عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، اور ابن الحنفیہؒ، آخر الذکر دو کو چھوڑ کر باقی سب خلافت کے لئے عملاً کوشش کر رہے تھے، امیر معاویہؓ کو اندیشہ تھا اور بجا طور پر کہ اگر وہ خلافت کا معاملہ معلق چھوڑ کر مر گئے تو حریفانِ خلافت لڑیں گے اور ان کی

لڑائیوں کے سامنے جمل اور صفین کی لڑائیاں گرد ہو جائیں گی، مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا، سرحد پار کے دشمنوں کی بن آئے گی اور اسلامی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ قریش کے کئی سمجھدار لوگوں نے جن کو حکومت اور تدبیر امور کا تجربہ تھا رائے دی کہ یزید کو خلافت کے لئے نامزد کر دیا جائے۔ ان کی رائے میں یزید حکومت کی پوری لیاقت رکھتا تھا، اس کو بچپن سے امیر معاویہ کے انتظامی امور کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا تھا، وہ سرکاری ماحول میں پلا بڑھا تھا، عمدہ تعلیم پائی تھی، وہ اپنے والد کی طرف سے کئی مہمیں امتیاز کے ساتھ انجام دے چکا تھا۔ ساری اسلامی قلمرو کے اربابِ رائے نے یزید کے نامزد ہونے کی تائید کی، صرف مدینہ سے مخالفت کی آواز اٹھی۔ امیر معاویہؓ آخری ایامِ خلافت میں خود مدینہ گئے اور قریشی لیڈروں سے ملے اور وہ اندیشے پیش کئے جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ سب یزید کی بیعت کے لئے تیار ہو گئے کوئی خوشی خوشی کوئی با دلِ ناخواستہ، ابن زبیرؓ، امام حسینؓ، اور عبد الرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ امیر معاویہؓ بیعتِ یزید کے سلسلہ میں ابن الحنفیہ سے ملے تو موخر الذکر نے بطیبِ خاطر یزید کی بیعت کر لی۔ اور اجتماعی یکجہتی کی خاطر اپنے بھائی حسینؓ کی پرواہ نہ کی۔ أنسابُ الاشراف بلاذری کے راویوں نے ابن الحنفیہ کی بیعتِ معاویہؓ کی ان کے بارے میں رائے اور ان کے یزید سے تعلقات کے موضوع پر نئی روشنی ڈالی ہے جو خود راویوں کی زبانی سنئے: "معاویہؓ نے جب یزید کے لئے بیعت لی تو ابن الحنفیہ نے برضا و رغبت بیعت کر لی، اس لئے معاویہؓ ان کے بہت ممنون تھے، ان کو تحفے اور نذرانے دیا کرتے اور کہتے: اکابر قریش میں محمد بن علیؓ (ابن الحنفیہ) سے زیادہ بردبار، زیادہ عالم، زیادہ سنجیدہ مزاج، غرور اطیش اور آلودگی سے زیادہ پاک و صاف کوئی دوسرا نہیں ہے...... یزید بھی ابن الحنفیہ کی اس ادا کی قدر کرتا تھا کہ انھوں نے بطیب خاطر ان کی بیعت کر لی تھی۔ معاویہؓ کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تب بھی اس نے ابن الحنفیہ کی طرف سے کوئی بری بات نہیں سنی اور ان کو اپنی بیعت پر قائم اور اپنے عہدِ وفاداری پر ثابت قدم پایا۔ وہ ابن الحنفیہ کا پہلے سے زیادہ مداح ہو گیا اور ان کے ساتھ زیادہ لطف و محبت سے پیش آنے لگا۔ جب حسینؓ کربلا میں شہید کئے گئے اور ابن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا تو یزید نے ابن الحنفیہ کو لکھا کہ میں تم سے ملنے کا مشتاق ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم یہاں آکر

مجھ سے ملاقات کرو۔ ابن الحنفیہ کے صاحبزادے عبداللہ کو اس دعوت کا علم ہوا تو انھوں نے کہا: "اباجی آپ یزید کے پاس نہ جائیے گا، مجھے اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔" ابن الحنفیہ نے صاحبزادے کی بات نہ مانی اور یزید سے ملنے دمشق چلے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو یزید نے ان کے لئے الگ محل میں رہائش کا انتظام کیا اور ایک معزز مہمان کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب دل کھول کر فراہم کیں، پھر ابن الحنفیہ کو ملاقات کے لئے بلایا اور اپنے بالکل پاس ان کو بٹھا کر کہا: "حسین کی موت پر خدا مجھے اور تمھیں اجر خیر عطا کرے، بخدا حسین کا نقصان جتنا بھاری تمھارے لئے ہے اتنا ہی میرے لئے ہے، اور ان کی موت سے جتنی اذیت تمھیں پہنچی اتنی ہی مجھے پہنچی ہے، اگر ان کا معاملہ میرے سپرد ہوتا اور میں دیکھتا کہ ان کی موت کو اپنی انگلیاں کاٹ کر یا اپنی آنکھیں دے کر ٹال سکتا ہوں تو بلا مبالغہ دونوں ان کے لئے قربان کر دیتا، اگرچہ انھوں نے میرے ساتھ زیادتی کی اور پدری رشتہ کو ٹھکرا دیا۔ تم کو ضرور معلوم ہوگا کہ ہم پبلک میں حسین کی عیب جوئی کرتے ہیں، بخدا یہ اس لئے نہیں کہ خاندانِ علی کو عوام میں عزت و حرمت حاصل نہ ہو بلکہ اس سے ہم لوگوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حکومت و خلافت میں ہم کسی حریف کو برداشت نہیں کر سکتے۔" یہ باتیں سنکر ابن الحنفیہ نے کہا: خدا آپ کا بھلا کرے اور حسین پر رحم فرمائے اور ان کے گناہ معاف کرے، یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ ہمارا نقصان آپ کا نقصان ہے اور ہماری محرومی آپ کی محرومی ہے، حسین اس بات کے مستحق نہیں کہ آپ اُن کو بُرا بھلا کہیں اور برملا ان کی مذمت کریں۔ امیر المومنین میں درخواست کرتا ہوں کہ حسین کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہئے جو مجھے ناگوار ہو۔" یزید: میرے چچیرے بھائی، خاطر جمع رکھو میں حسین کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہوں گا جس سے تمھارا دل دُکھے۔" اس کے بعد یزید نے ابن الحنفیہ سے پوچھا تم مقروض تو نہیں، انھوں نے کہا نہیں۔ یزید نے اپنے لڑکے خالد کو بلایا اور کہا: تمھارے چچا دھوکہ، سفلہ پن اور جھوٹ سے بالکل پاک صاف ہیں، اگر ان سے پوچھا تم مقروض تو نہیں، تو ضرور کہتے ہم اتنے اتنے مقروض ہیں۔ اس کے بعد یزید نے ابن الحنفیہ کو تین لاکھ درہم کا نذرانہ دیا جو انھوں نے لے لیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھیں پانچ لاکھ درہم نقد دئے اور ایک لاکھ کا سامان دیا، یزید ابن الحنفیہ کے سامنے بن کر آتا تھا اور ان سے قرآن و فقہ سے متعلق سوالات

پوچھا تھا، جب ابن الحنفیہ الوداعی ملاقات کے لئے آئے تو یزید نے کہا: ابوالقاسم اگر تم نے میری کوئی بات ناپسند کی ہو تو بتاؤ میں اسے چھوڑ دوں گا اور تمہارے کہے پر عمل کروں گا۔" ابن الحنفیہ نے کہا: بخدا اگر میں نے کوئی برائی دیکھی ہوتی تو بھلا بے ٹوکے کب رہتا، یقیناً تمہاری توجہ اس کی طرف مبذول کرتا۔ کیونکہ خدا نے اہل علم پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ لوگوں کو ان کی برائیوں پر متنبہ کریں۔ اور چشم پوشی سے کام نہ لیں۔ میں نے تو تم میں سب اچھی ہی باتیں دیکھی ہیں۔ اس کے بعد ابن الحنفیہ رخصت ہو کر مدینہ چلے گئے۔

جب اہل مدینہ نے یزید سے بغاوت کی اور اس کی بیعت توڑ کر ابن زبیرؓ کی طرف مائل ہو گئے، اور ان کی سرکوبی کے لئے مسلم بن عقبہ شام سے فوج لے کر آیا تو عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن مطیع، اکابر قریش و انصار کا ایک وفد لے کر ابن الحنفیہ کے پاس آئے اور کہا کہ یزید کی بیعت توڑ کر ہمارے ساتھ اس سے لڑنے چلو، ابن الحنفیہ نے کہا: "یزید سے کیوں لڑوں اور اس کی بیعت کیوں توڑوں؟" ارکان وفد: اس لئے کہ وہ کافروں کے سے کام کرتا ہے، فاجر ہے، شراب پیتا ہے اور دین سے خارج ہو گیا ہے۔" ابن الحنفیہ نے کہا: خدا سے نہیں ڈرتے، کیا تم میں سے کسی نے اس کو یہ کام کرتے دیکھا ہے، میں اس کے ساتھ تم سے زیادہ رہا ہوں، میں نے تو اس کو کوئی برا کام کرتے نہیں دیکھا" وفد نے کہا: "تو کیا وہ تمہارے سامنے برے کام کرتا؟" ابن الحنفیہ: تو کیا اس نے تمہیں اپنے کرتوتوں سے باخبر کر دیا تھا؟ اگر اس نے برائیاں تمہارے سامنے کی تھیں تو اس کے معنی ہوئے کہ تم بھی ان میں شریک تھے اور اگر تمہارے سامنے نہیں کیں، تو تم ایسی بات کہہ رہے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے" یہ سنکر ارکان وفد ڈرے کہ کہیں ابن الحنفیہ کے عدم تعاون سے لوگ یزید کے خلاف شریک جنگ ہونے سے انکار نہ کر دیں اس لئے انھوں نے کہا: اچھا اگر تم ابن زبیر کی بیعت کے لئے تیار نہیں تو ہم تمہاری بیعت کرتے ہیں اور تمہیں خلیفہ بنانے کو تیار ہیں۔ ابن الحنفیہ: میں تو لڑوں گا نہیں، نہ اپنی خلافت کے لئے نہ کسی اور کی۔ لست أقاتل تابعا ولا متبوعا (انساب الاشراف بلاذری قلمی عرب لیگ قاہرہ) وفد مایوس ہو کر لوٹ آیا اور جنگ کی تیاری شروع کر دی، دو ہزار کی ایک فوج تیار ہوئی جس میں زیادہ تر غلام، موالی

اور محاذ ۔ دل بھرتی ہوئے، جن کو یزید سے قطعاً دلچسپی نہ تھی بلکہ اپنے مالکوں آزاد کرنے والوں یا پیٹ کے غلام ہو کر جمع ہوگئے تھے، اس فوج میں نہ ابن عباسؓ تھے، نہ عبداللہ ابن عمرؓ، نہ کوئی بڑا صحابی نہ تابعی، فقیہِ مدینہ سعید بن مسیّبؒ بھی الگ رہے۔ بغاوت کی روحِ رواں یہ تین صحابی تھے: عبداللہ بن مطیع، ابراہیم بن نعیم النحام اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ربیعہ (دیکھئے طبقات ابن سعد ذکر عبداللہ بن مطیع ۵/۱۰۷ — ۱۰۸)۔ ابن زبیرؓ کئی سال پہلے یعنی یزید کی تخت نشینی کے بعد ہی مکہ جا چکے تھے، پہلے انھوں نے یہ نعرہ لگا کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا کہ خلیفہ کا انتخاب بذریعہ شوریٰ ہوگا، پھر جب ان کی طاقت بڑھ گئی اور یزید کا انتقال ہو گیا تو وہ بغیر شوریٰ ہی خلیفہ بن بیٹھے۔ یزید نے جو فوج بھیجی وہ دراصل ابن زبیرؓ کے خلاف تھی، فوج کو حکم تھا کہ اگر اہلِ مدینہ اطاعت کا اقرار کریں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے اور مکہ جا کر ابن زبیرؓ کی خبر لی جائے۔ بغاوت کے لیڈروں نے اطاعت سے انکار کر دیا، اور کہا کہ ہم شامی فوج کو شہر سے نہیں گذرنے دیں گے، لڑائی ہوئی[۱] اور بے دلی سے جنگ میں شریک ہونے والوں کے پَیر پہلے ہی مقابلے میں اکھڑ گئے۔ بہت سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔ بہت سے بھاگ گئے۔ خود فوج کے سرغنہ عبداللہ بن مطیع نے مکہ بھاگ کر پناہ لی، تین دن تک بغاوت کرنے والوں کے گھروں اور دکانوں کو لوٹا گیا، ہزاروں گھر برباد ہوگئے۔ حضرت علیؓ کے خاندان پر کوئی آنچ نہ آئی، بلکہ جو لوگ بھاگ کر ان کی پناہ میں آ گئے وہ بھی بچ گئے۔ اس کا سبب ابن الحنفیہ اور حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علیؓ کی صلح جو پالیسی تھی۔ (باقی)

---

[۱] یہ لڑائی جنگ حرہ کے نام سے مشہور ہے، ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوئی۔

وحیٔ الٰہی :۔ وحی اور اس کے متعلقہ مباحث پر محققانہ کتاب جس میں اس مسئلہ کے ایک ایک پہلو پر ایسے دلپذیر و دلکش انداز میں بحث کی گئی ہے کہ وحی اور اس کی صداقت کا نقشہ آنکھوں کو روشن کرتا ہوا دل میں سما جاتا ہے اور حقیقتِ وحی سے متعلق تمام خلشیں صاف ہو جاتی ہیں۔ اندازِ بیان نہایت صاف اور سلجھا ہوا۔ تالیف مولانا سعید ایم۔ اے کاغذ نہایت اعلیٰ۔ کتابت نفیس ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی۔ طباعت عمدہ۔ صفحات ۲۰۰۔ قیمت ؎ مجلد للعہ